تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْحَسِیْب

(تقریر نمبر8)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (النساء:87)

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

(درثمین)

معزّز سامعین! صفاتِ باری تعالیٰ کے تسلسل میں مجھے آج **اَلْحَسِیْب** صفَتِ پر بات کرنی ہے۔ آج کی تقریر خاکسار نے حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اَلْحَسِیْب بارے چار خطبات سے تیار کی ہے اَور کوشش کی ہے کہ حضور انور کے مبارک الفاظ کے مطابق ہی تقریر ہو۔ حضور اَنور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اَلْحَسِیْب ہے جس کے معنی حساب کرنے والا یا حساب لینے والا اور حساب کے مطابق بدلہ لینے والا کے ہیں۔ یہ تمام خصوصیات کامل طور پر تو دنیا کے کسی انسان میں نہیں پائی جاسکتیں۔ اگر ان باتوں میں کوئی کامل ذات ہو سکتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کئی آیات میں اس صفَت کا اظہار فرمایا ہے۔ سورۃ نساء آیت 87 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا۔ کہ اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات کے اظہار کی نہ صرف تلقین فرمائی گئی ہے بلکہ فرمایا کہ اگر ملنے پر ایک شخص تمہارے لئے نیک جذبات کا اظہار کرے۔ تمہیں سلام کہے۔ ایک ایسی دعا تمہیں دے جو تمہاری دین و دنیا سنوارنے والی ہو تو تمہارا بھی فرض ہے کہ اس سے بڑھ کر اظہار کرو۔ یہ تمہارا ایک ایسا اخلاقی اور معاشرتی فرض ہے کہ اگر اس کو انجام نہیں دوگے تو خدا تعالیٰ کے سامنے تمہیں اس کا جواب دینا ہو گا۔ گویا ایک دوسرے سے ملنے پر السلام علیکم کہنے کا حکم ہے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یعنی تم ہر قسم کی پریشانیوں اور مشکلات سے محفوظ رہو۔ اسی لیے حکم ہے کہ تم ان سلامتی کے الفاظ کا بہتر رنگ میں جواب دو یعنی جب انسان وعلیکم السلام کہتا ہے تو ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی ساتھ کہے کہ تم پر اللہ کی رحمتیں بھی ہوں اور برکتیں بھی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے زور سے اور بڑی شدّت سے مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ سلام کو رواج دو۔

(صحیح بخاری کتاب الاستئذان)

حضرت کَلَدَۃؓ بن حنبل کو حضرت صفوانؓ بن امیّہ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں دودھ، ہرن کے بچے کا گوشت اور ککڑیاں تحفہ دینے کے لیے بھیجا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا اجازت اور بغیر سلام کہے چلے گئے گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پہلے باہر جاؤ۔ پھر السلام علیکم کہہ کر اندر آنے کی اجازت مانگو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب کیف الاستئذان حدیث 5176)

آج مسیح محمدی کے ماننے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تمام تر مخالفتوں کے باوجود حَسْبِیَ اللّٰہُ کی ایک نئی شان ہم دیکھتے ہیں۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ ہم اپنے آقا کی تعلیم کو ہی آگے پھیلانے والے ہیں۔ اُسی شریعت کو آگے پھیلانے والے ہیں جو آپؐ لائے تھے۔ اُسی قرآنِ کریم کے حکموں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پھیلانے والے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا تاکہ دنیا میں پیار، محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو تاکہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا پر یقین قائم کرے اور دنیا میں حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہو اور سلامتی کی فضا ہر طرف قائم ہو۔

سامعین! صفت **اَلْحَسِیْب** کے حوالے سے یتیموں کے حقوق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پس اگر تم ان میں عقل کے آثار محسوس کرو تو ان کے اموال ان کو واپس کر دو اور اس ڈر سے اسراف اور تیزی کے ساتھ ان کو نہ کھاؤ کہ کہیں وہ بڑے نہ ہو جائیں اور جو امیر ہو، اس کو چاہئے کہ وہ ان کا مال کھانے سے کلیۃً احتراز کرے۔ ہاں جو غریب ہو وہ مناسب طور پر کھائے۔ پھر جب تم ان کی طرف ان کے اموال لوٹاؤ، تو ان پر گواہ ٹھہرالیا کرو اور **اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔** (النساء:7)

یعنی تمہارے سپرد جو یتیم کئے گئے ہیں ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھو۔ انہیں لاوارث سمجھ کر ان کی تربیت سے غافل نہ ہو جاؤ، ان کی تعلیم سے غافل نہ ہو جاؤ بلکہ انہیں اچھی تعلیم و تربیت مہیا کرو اور جس طرح اپنے بچوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہتے ہو، اُن کے بھی جائزے لو کہ تعلیمی اور دینی میدان میں وہ خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں یا نہیں؟ پھر جس تعلیم میں وہ دلچسپی رکھتے ہیں اس کے حصول کے لئے ان کی بھرپور مدد کرو۔ اس آیت کے آخر میں خدا تعالیٰ نے اپنے حسیب ہونے کے حوالے سے تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر اس حکم کو نہیں بجالاؤ گے تو خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہو گے۔ اس آیت میں یتیموں بارے سات بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں اور فرمایا کہ یاد رکھو کہ اگر ان باتوں کے بارہ میں حساب کتاب نہیں رکھو گے تو پھر تمہارا بھی ایک دن حساب ہونا ہے۔ تم سے ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا۔ کیونکہ فرمایا کہ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ازراہِ ظلم کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ جھونکتے ہیں اور یقیناً وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑیں گے۔ (النساء:11)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے یتیم بچے یا بچی کے سر پر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر دستِ شفقت پھیرا۔ اس کے لئے ہر بال کے عوض، جس پر اس کا مُشْفِق ہاتھ پھرے، نیکیاں شمار ہوں گی اور جس شخص نے زیرِ کفالت یتیم بچے یا بچی سے احسان کا معاملہ کیا وہ اور مَیں جنت میں یوں ہوں گے۔ آپؐ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر دکھائیں۔

(مسند احمد بن حنبل مسند ابوامامة الباهلی جلد 7 صفحہ 425-426)

ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین یتیموں کی کفالت کی وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو قائم باللیل اور صائم النہار ہو اور اس نے صبح شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار سونتے ہوئے گزاری ہو۔ مَیں اور وہ دونوں جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے۔ جیسے یہ دو انگلیاں ہیں اور آپؐ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔

(سنن ابن ماجه کتاب الادب)

سامعین! پھر مؤمن بھی اپنے ربّ کو **اَلْحَسِیْب** سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ (آل عمران:174) یعنی وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ پس اُن سے ڈرو تو اِس بات نے ان کو ایمان میں بڑھا دیا اور انہوں نے کہا۔ **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ** کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے ایک دستے کی غلطی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ کا پانسا پلٹا اور کفار نے دوبارہ مڑ کر حملہ کیا تو مسلمانوں کا بہت جانی نقصان ہوا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخم آئے۔ آپؐ کا دانت بھی شہید ہوا۔ لیکن اس وقت آپؐ کے صحابہ اس طرح مضبوط دیوار بن کر کھڑے ہو گئے تھے کہ کوئی طاقت ان کو وہاں سے ہلا نہیں سکتی تھی۔ اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمن کے ہر وار اور حملے کو ناکام و نامراد کر رہے تھے۔ ایل کفّار گو واپس جا چکے تھے مگر ایک بار پھر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اُدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی طرح کفار کے اس ارادے کا پتا چل گیا۔ تو آپؐ نے اگلے دن ہی صحابہ کو جمع کیا اور کفار کا پیچھا کرنے کے لئے لشکر کی تیاری کے لئے کہا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی شرط لگا دی کہ اس لشکر میں صرف وہی صحابہ شرکت کریں گے جو اُحد کی جنگ میں گئے تھے۔ جنگ کی وجہ سے تھکے ماندے اور اکثر ان میں سے زخمی حالت میں بھی تھے۔ ایک لشکر تشکیل دے کر مدینہ سے روانہ ہوا۔

دوسری طرف اُحد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے آئندہ سال بدر کے مقام پر دوبارہ جنگ کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس چیلنج کو قبول کیا اور ڈیڑھ ہزار صحابہ کا لشکر تیار کیا اور لشکر لے کر اس میدان کی طرف نکلے۔ اُدھر ابوسفیان نے بھی مکہ میں دو ہزار کا لشکر تیار کیا لیکن دل میں ڈرتا بھی تھا کہ یہ لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمنوں کے یہ پروپیگنڈے مسلمانوں کو ایمان میں بڑھانے لگے اور مسلمانوں نے کفار سے تو کیا خوفزدہ ہونا تھا، اُلٹا کفار کا لشکر خوفزدہ ہو کر سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ پس یہ خدائی رُعب تھا جو کفار پر پڑا۔ اور یہ **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ** کا دل سے نکلا ہوا نعرہ ہے جو مسلمانوں کو ہمیشہ قوی تر کرتا چلا جاتا ہے۔

آج مسیحِ محمدی کی جماعت کے افراد کو بھی اسی طرح خوف دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تمام 72 فرقوں نے جمع ہو کر، مخالفت میں پورا زور لگا کر پاکستان میں، بھارت، بنگلہ دیش اور دیگر بعض ممالک میں احمدیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ تمام مولوی ٹولے جمع ہو گئے ہیں اور احمدیوں کو، نومبائعین کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے دین سے پھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومتی ادارے انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سرکاری مولوی پولیس کے ذریعہ دباؤ ڈلواتا ہے۔ غرض دنیا کے مختلف ممالک میں مسیح محمدی کی جماعت کی مخالفت اس کی عالمگیریت ثابت کرتی ہے۔ مؤمن کے نزدیک ظاہری نقصان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اصل چیز ایمان کی دولت ہے جو مسلسل بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ حسیب کو سمجھنے والے ہمیشہ، ہر جگہ یہی جواب دیتے ہیں کہ جتنی چاہے گروہ بندیاں کر کے مخالفتیں کر لو۔ ہمارا ہمیشہ یہ جواب ہے کہ **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ**۔

اللہ تعالیٰ نے آج 202 ممالک میں احمدیت کا پودا لگا دیا۔ آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں مسیح محمدی کا پیغام نہیں پہنچ رہا۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے موجود نہیں۔ دنیا میں اس وقت MTA کے ذریعہ سے ہر جگہ پیغام پہنچ رہا ہے اور جب MTA کے ذریعے سے دُرود پڑھا جاتا ہے تو دنیا کے ان ملکوں میں چاہے کوئی پڑھنے والا ہو نہ ہو، اس کی فضاؤں میں وہ دُرود بہر حال پھیل رہا ہے اور یہ چینل احمدیوں کے علاوہ غیر از جماعت بھی دیکھ رہے ہیں۔ پس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ الٰہی جماعتوں کی یہی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے کہ جب ان پر زمین تنگ کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے اَور جگہوں پر، مختلف رنگ میں، مختلف طریقوں سے وسعت کے سامان پیدا فرما دیتا ہے اور مسیح محمدی کی جماعت کے ساتھ یہ سلوک تو خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **یہی بے حساب اجر ہے**۔ جو اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دیا اور مسلسل دے رہا ہے۔

پھر ایک نفسانی دشمن بھی ہے جس پر قابو پانا اور اس کے سامنے ثابت قدمی دکھانا مؤمن کے لئے انتہائی ضروری ہے اور پھر یہی چیز ظاہری دشمن کے مقابلے کے لئے بھی طاقت بخشے گی اور **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ** کا نعرہ دل سے اٹھے گا اور عرش پر پہنچے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے حسیب ہونے کے وہ نظارے نظر آئیں گے جس کا تصوّر بھی انسانی سوچ سے باہر ہے۔

سامعین! پھر "**حَسِیْب**" کے حوالہ سے ایک آیت ہے جس میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ حساب لینے میں تیز ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (الرعد: 41-42)

یعنی اگر ہم تمہیں ان انذاری باتوں میں سے کچھ دکھا دیں جو ہم اُن سے کرتے ہیں یا تجھے وفات دے دیں تو ہر صورت میں تیرا کام صرف کھول کھول کر پہنچا دینا ہے اور **حساب ہمارے ذمہ ہے**۔ کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ یقیناً ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹائے چلے آ رہے ہیں اور اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے فیصلے کو ٹالنے والا کوئی نہیں اور **وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے**۔

آیت 41 میں ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ کا سزا دینے کا اپنا طریق ہے۔ وہ مالک ہے۔ کب اور کس طرح مخالفین کو سزا دینی ہے۔ یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ کب سزا کی ضرورت پڑنی ہے اور کس کے لئے پڑنی ہے۔ پھر اگلی آیت وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ مخالفین سے حساب لینے کی ایک مثال پیش فرماتا ہے کہ ان مخالفین کو کس طرح ہم زمین کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر دن گواہ ہے کہ کس طرح اسلام آپ کے زمانے میں پھیلتا چلا جا رہا تھا اور مخالفین کے پاؤں سے زمین نکل رہی تھی۔ مختلف شہروں کے امیر غریب اسلام میں شامل ہو کر اپنے آپ کو محفوظ حصار میں لا رہے تھے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مکہ بھی فتح ہو گیا اور عرب سے باہر بھی اسلام پھیل گیا اور پھر خلافتِ راشدہ میں اور بعد کے دَور میں بھی اسلام

پھیلتا چلا گیا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ یا تو لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے اسلام مخالف طاقتوں کی زمین گھٹتی جائے گی یا اللہ عذاب اور آفات کے ذریعہ سے ان پر زمین تنگ کرتا ہے۔ ماضی میں بھی کرتا رہا ہے اور اب بھی کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

اس مضمون کو ایک دوسری جگہ سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء:45)

بلکہ ہم نے ان کو بھی اور ان کے آباء واجداد کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا ہے یہاں تک کہ عمر اُن پر دراز ہو گئی۔ پس کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں؟ تو کیا وہ پھر بھی غالب آسکتے ہیں؟

اس میں اسلام کے لئے خوشخبری ہے۔ حقیقی مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کے لئے خوشخبری ہے کہ مسیح محمدی کی آمد کے ساتھ اسلام نے دنیا کے کناروں تک پھیلنا ہے اور پھیل رہا ہے۔ پس ہماری تبلیغ تو ایک معمولی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اسلام نے غالب آنا ہے۔ ان شاء اللہ

یہ جو سب زلزلے، طوفان، تباہیاں ہیں یہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا ایک چکر چل رہا ہے۔ غلبہ انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کا ہے اور خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ دکھانا ہے۔ کاش کہ مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کا حصہ بننے کے لئے آپ کی جماعت کا حصہ بنیں اور آپ کے مددگار بنیں اور مخالفتیں ترک کر دیں۔ اس زمانے میں بھی جو آفات آرہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ہیں۔ سنّتُ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے اور اس کی تکذیب کی جاتی ہے تو طرح طرح کی آفتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔ جن میں اکثر ایسے لوگ پکڑے جاتے ہیں۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے

اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (الرعد:42)

یعنی ہم آہستہ آہستہ زمین کی طرف آتے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"طاعون کے متعلق بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اکثر غریب مرتے ہیں اور امراء اور ہمارے بڑے بڑے مخالف ابھی تک بچے ہوئے ہیں۔ سنّتُ اللہ یہی ہے کہ ائمۃُ الکفر اخیر میں پکڑے جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے وقت جس قدر عذاب پہلے نازل ہوئے اُن سب میں فرعون بچا رہا۔ چنانچہ قرآنِ شریف میں بھی آیا کہ **اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا** یعنی ابتداء عوام سے ہوتا ہے اور پھر خواص پکڑے جاتے ہیں اور بعض کے بچانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے آخر میں توبہ کرنی ہوتی ہے یا ان کی اولاد میں سے کسی نے اسلام قبول کرنا ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 200-201)

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایک جگہ اپنے **حسیب** ہونے کا یوں ذکر فرماتا ہے۔ فرمایا کہ

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (الطلاق:4)

یعنی وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا اور جو اللہ پر توکّل کرے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے فیصلہ کو مکمل کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا۔ تقویٰ والوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"جو خدا کا متقی اور اس کی نظر میں متقی بنتا ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے۔ خدا کا یہ وعدہ برحق ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا ہے اور بڑا رحیم کریم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہ اسے ہر ذلّت سے نجات دیتا اور خود اس کا حافظ و ناصر بن جاتا ہے... حضرت داؤدؑ زبور میں فرماتے ہیں کہ مَیں بچہ تھا، جوان ہوا۔ جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر مَیں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو دَر بدر دھکے کھاتا اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور ان کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے بھلا اتنے جو انبیاء ہوئے ہیں، اولیاء گزرے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بھیک مانگا کرتے تھے۔ یا ان کی اولاد پر یہ مصیبت پڑی ہو

کہ وہ دَر بدر خاک بسر ٹکڑے کے واسطے پھرتے ہوں ہر گز نہیں۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 182)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ مؤمن کو بغیر حساب کے رزق دینے اور کافر و دنیادار کے لئے اس دنیا کی آسائشوں میں ڈوبنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (البقرۃ:213)

کہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے دنیا کی زندگی خوبصورت کر کے دکھائی گئی ہے۔ اور یہ ان لوگوں سے تمسخر کرتے ہیں جو ایمان لائے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان سے بالا ہوں گے۔ اور اللہ جسے **چاہے بغیر حساب کے رزق عطا کرتا ہے۔**

پختہ ایمان اور تقویٰ والے کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ **مَیں بغیر حساب دیتا ہوں۔**

پھر اللہ تعالیٰ نے بغیر حساب دیے جانے کا ذکر قرآنِ کریم میں کئی جگہ فرمایا ہے۔ جیسے

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر:11)

تو کہہ دے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ان لوگوں کے لئے جو احسان سے کام لیتے ہیں اس دنیا میں بھی بھلائی ہو گی اور اللہ کی زمین تو وسیع ہے۔ یقیناً صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے ان کا بھرپور اجر دیا جائے گا۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے **اَلْحَسِیْب** صفت کو محاسبہ کے معنوں میں بھی استعمال کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(البقرۃ:285)

کہ اللہ ہی کا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے اور خواہ تم اسے ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ **اللہ اس کے بارہ میں تمہارا محاسبہ کرے گا۔** پس جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

ایک مؤمن کا ایمان تبھی مکمل ہوتا ہے جب وہ ہر وقت اپنے نفس پر نظر رکھنے والا ہو اور اس کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ پس اپنے نفسوں کا تزکیہ کرو۔ اپنے دلوں کو خالصتاً خدا تعالیٰ کے لئے پاک کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ** (البقرہ:285)

یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے تمہارے عمل تمہارے دل کی حالت اور نیت کے مطابق جزا پائیں گے۔

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ **وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ** (الانبیاء:48)

اور ہم قیامت کے دن ایسا پورا تولنے والے سامان پیدا کریں گے کہ جن کی وجہ سے کسی جان پر ذرا سا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہو گا تو ہم اسے موجود کر دیں گے اور **ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔**

پس اللہ تعالیٰ ہر جزا سزا انسان کے عمل کے مطابق دیتا ہے اور کبھی ظلم نہیں کرتا۔ لیکن کیونکہ دلوں کی پاتال تک سے بھی واقف ہے۔ ہر عمل کا محرّک اور نیت اس کے علم میں ہے اس لئے اس بات کا بھی حساب ہو گا کہ نمازیں خدا تعالیٰ کی خاطر پڑھی جا رہی تھیں یا دکھاوے کے لئے۔ صدقات خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کئے جا رہے تھے یا دیے جا رہے تھے یا دکھاوے کے لئے۔ یا جو بھی نیکیاں ہیں ان کے کرنے کا محرّک کیا ہے۔

پھر ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ **عَلَيْكَ حَسِيْبًا** (بنی اسرائیل:14۔ 15)

اور ہر انسان کا اعمالنامہ ہم نے اس کی گردن سے چمٹا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لئے اسے ایک ایسی کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا اور اگلی آیت میں فرمایا کہ اپنی کتاب پڑھ، اللہ فرمائے گا آج کے دن تیرا نفس تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں پھر انسان کو متنبّہ کیا ہے کہ اپنے اعمال پر نظر رکھو۔ یہ نہ سمجھو کہ ایک عمل نیک یا بد جو تم نے بھی کیا ہے وہ بھولی بسری چیز بن گئی ہے۔ ایک تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاہے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا جو بھی تمہارے دل میں ہے۔ یہاں مزید کھولا کہ چھپانے کا کیا سوال ہے تمہارا ہر عمل تمہاری گردن کے ساتھ لٹکا دیا گیا ہے۔ ایک ڈائری ہے جو روز کی بن رہی ہے جس میں نیکیاں بھی لکھی جا رہی ہیں اور بدیاں بھی لکھی جا رہی ہیں اور قیامت کے دن یہ کتاب کھل کر سامنے آجائے گی۔

پس انسان کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی لکھا ہوا سامنے ہو گا۔ اس لئے بجائے اس کے کہ انسان مرنے کے بعد اعمالنامے کو پڑھے اور پھر اگر بُرے اعمال ہیں تو خفت اٹھانی پڑے یا اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستوجب بنے۔ انسان کو اس زندگی میں **اپنا روز محاسبہ کرنا چاہئے** اور یہ جو روزانہ کا محاسبہ ہے وہ جہاں انسان کو معاشرہ کی نظروں سے بچاتا ہے وہاں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی بناتا ہے۔ بہت سارے کام انسان معاشرے میں کرتا ہے اور پھر لوگ اس پہ انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ لیکن اگر انسان خود اپنا محاسبہ کر رہا ہو تو **جہاں یہ محاسبہ** ہر وقت انسان کو محتاط کرے گا وہاں لوگوں کی نظروں سے بھی انسان بچے گا۔ پس کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جب کتاب ملے تو نیک اعمال لئے ہوئے ہو گو کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے فضل کے حصول کے لئے بھی اسی کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔

ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ۔ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (الانشقاق:8-9)

تو اس سے **جلد ہی آسان حساب لیا جائے گا۔ داہنے ہاتھ سے مراد نیکیاں ہیں**۔ ایسے لوگوں کی برائیوں پر نیکیاں غالب ہوں گی اور حساب آسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ حساب آسان کر دے گا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کا حساب مشکل ہو گا۔ ان کو پیٹھ پیچھے سے کتاب دی جائے گی۔

پھر فرمایا

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ **وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ** (البقرۃ:203)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ایک بڑا اجر ہو گا اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

پھر ایک دعا ہے جو عموماً نماز میں تشہد اور درود شریف کے بعد پڑھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے کہ

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ **یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ** (ابراھیم:41-42)

کہ اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! میری دعا قبول کر اور اے ہمارے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مؤمنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہو گا۔

سامعین! جو کوئی بھی اللہ، اُس کے رسول اور اُس کے دین کی خاطر مالی قربانی کرتا ہے۔ **اللہ تعالیٰ اُسے بے حساب دیتا ہے۔** آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قربانیاں اللہ اَور اُس کے مذہب کے لئے کیں تو اُس کے عوض اللہ تعالیٰ نے اونٹوں، گائیوں اور بھیڑ بکریوں سے پہاڑوں کے درمیان وادیاں بھر دیں۔ جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بے حساب دیا اور لوگ یہ کہہ اٹھے کہ اگر مالا مال ہونا ہے تو مسلمان ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنی قانون کے مطابق سات سو گنا سے زیادہ آپ کو دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **اللہ تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہو جاؤ۔** انبیاء اس کی صفات میں ہو بہو رنگین ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ آپ کسی طرح خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین تھے۔ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہوتا تو یہ بات میرے لئے زیادہ خوشی کا باعث ہوتی کہ تین دن اور تین راتیں گزرنے پر اس میں سے میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہتا سوائے اس حصہ کے جسے مَیں قرض کی ادائیگی کے لئے بچا کے رکھ لیتا۔

(صحیح بخاری کتاب الاستقراض و اداء الدیون باب اداء الدیون حدیث نمبر 2389)

یعنی اتنی زیادہ دولت بھی ہوتی تو مجھے پسند نہیں کہ میرے پاس رہے۔ **بے حساب** تقسیم کرتا چلا جاتا۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت موسیٰ بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ سے اسلام کے نام پر جب بھی کچھ مانگا گیا تو آپؐ نے فوراً عطا فرما دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا بکریوں کا ریوڑ عطا فرما دیا۔ وہ اپنی قوم کی طرف لَوٹا تو کہنے لگا۔ اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اتنا عطا کرتے ہیں کہ جس کی موجودگی میں فاقہ کا کوئی خوف باقی نہیں رہتا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط فقال لا وکثرۃ عطائہ حدیث نمبر 5914)

ابنِ شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کے ساتھ نکلے اور حنین کی جنگ لڑی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے دین اور مسلمانوں کی نصرت فرمائی۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ پھر سو اونٹ دیے، پھر سو اونٹ دیے۔ یعنی تین سو اونٹ عطا فرمائے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط فقال لا حدیث نمبر 5916)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سورۃ البقرہ آیت 203 اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

" وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ کا مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بدی کی جزا میں کوئی دیر نہیں لگتی بلکہ ادھر عمل سرزد ہوتا ہے اور ادھر اس کی جزا ظاہر ہو جاتی ہے یعنی انسان کا ہر عمل اس کے جوارح پر فوراً اثر ڈال دیتا ہے۔ یہ مضمون قرآن کریم میں کئی جگہ بیان ہوا ہے اور حدیثوں میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص برا کام کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نشان پڑ جاتا ہے اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا اور اس کے بد اعمال بڑھتے چلے جاتے ہیں تو یہ سیاہ نقطے بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی شخص نیک کام کرتا ہے تو ایک سفید نقطہ اس کے دل پر پڑ جاتا ہے اور جب اس کے بعد وہ متواتر نیک اعمال بجالاتا ہے تو یہ سفید نقطے بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا سارا دل منور ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند بریرہ)

سَرِيْعُ الْحِسَابِ میں اللہ تعالیٰ کی اسی سنت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہر کام کا اثر فوراً انسان کے دل پر پڑ جاتا ہے۔ اور یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیا جاتا ہے۔ تازہ تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسانی حرکت ایسی نہیں جو فضا میں محفوظ نہ ہو جاتی ہو پس عمل اور اس کی جزا یہ دو توام بھائی ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسرا بھی ظہور میں آجاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 263-264 آن لائن ایڈیشن)

(کمپوزڈ: زاہد محمود)